رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

نمبر ۱۵ | مورخہ ۲۱ - اپریل سنہ ۱۹۲۵ء | جلد ۲۷

مِصر کے قصرِ شاہی میں احمدی مُبلّغ

ہز ہائینس پرنس محمد علی پاشا سے ملاقات

[سید میرزا احمدؑ نے جو خدمت اسلام اور مشرق کی کی ہے وہ اس قابل ہے کہ تمام مشرق ان کی تعظیم کرے۔ اس لئے میں ان کی تعظیم کرتا ہوں۔ (پرنس محمد علی پاشا)]

[مجاہد مصری کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے موقع دیا کہ وہ مصر کے قصرِ شاہی میں احمدیت کے پیغام کو پہنچائے چنانچہ پرنس محمد علی پاشا نے اسکو شرف مکالمت کا موقعہ دیا۔ مجاہد مصری نے اس ملاقات کا جو مختصر نوٹ بھیجا ہے میں اسے ذیل میں درج کرتا ہوں۔ (عرفانی)]

سمو الامیر (ہز ہائینس) پرنس محمد علی پاشا مصر کے اس خاندان کے ایک رکن ہیں جو عرصہ دراز سے عرش مصر پر جلوہ افروز چلا آتا ہے۔ خدیو سابق عباس حلمی پاشا کے حقیقی بھائی اور موجودہ فرمانروائے مصر کے حقیقی برادر زادے ہیں۔ سمو الامیر نے ۹ رمضان المبارک کو مجھے قصر والدہ پاشا میں شرف ملاقات بخشا +

یہ قصر دریائے نیل کے کنارے اپنی شان کا اکیلا قصر ہے اور نسلاً بعد نسل اسے ملوک کا مسکن ہونے کی عزت حاصل ہے + پرنس کی ملاقات کے لیئے بڑے بڑے لوگوں کا ایک کثیر مجمع موجود تھا۔ مگر ہز ہائینس نے اپنے اخلاق فاضلہ سے مجھ کو اور میرے رفیق جناب ابراہیم بے انصاری (جو یہاں کے بڑے آدمیوں اور حرم بیت المقدس کے مشائخ عظام میں سے ہیں) کو بیس منٹ تک باریابی کا موقعہ دیا۔ اس عرصہ میں سلسلہ کے حالات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام آپ کی خدمات اسلامی کا مفصل تذکرہ میں نے رعایت وقت کے لحاظ سے کیا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ ہز ہائینس مسرت اور لذت کے ساتھ اس تذکرہ کو سنتے تھے۔ آخر میں ہز ہائینس نے فرمایا۔

"سید میرزا احمدؑ نے جو خدمت اسلام اور مشرق کی کی ہے وہ اس قابل ہے کہ تمام مشرق آپ کی تعظیم کرے اور اس لیئے میں بھی آپ کی عزت کرتا ہوں۔"

اس طرح پر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنیٰ غلام کو موقعہ دیا کہ وہ مصر کے شاہی محل میں احمدیت کے پیغام کو پہونچائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس آواز کو بارآور کرے۔ اور اس کے بابرکت نتائج سے اس قصر شاہی کے رہنے والوں کو متمتع فرمائے۔

خدا کرے کہ اس نے جن بادشاہوں کے متعلق الہاماً فرمایا ہے کہ

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے

ان کی ابتدا انہیں ملوک اور شاہی خاندان کے اعضا سے ہو (آمین)

سمو الامیر محمد علی پاشا ایک نہایت خوش شکل۔ وجیہ۔ خوش سیرت۔ نہایت ہی فہیم۔ ذکی دنیا کا بہت بڑا رحالہ (سیاح) اور اعلیٰ پایہ کا مصنف شاہزادہ ہے۔

مجھے ایسے علم دوست اور اسلامی درد رکھنے والے شہزادہ سے ملکر بہت خوشی ہوئی۔ میں اپنے احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے اور اس طرح پر خدا تعالیٰ کے ان فیوض و برکات سے حصہ لے۔ جو دنیا کی سلطنتوں اور حکومتوں سے کبھی بالاتر ہیں۔ میں نے فلسفہ اسلامی (مترجمہ سید زین العابدین صاحب) کی ایک کاپی ہدیہ کے طور پر پیش کی جس کو شاہزادہ عالی مقام نے شکریہ سے قبول کیا۔

ہز ہائینس نے مجھ کو دوبارہ ملاقات کی عزت دی ہے اور اپنے اخلاق فاضلہ کا بار دیگر دروازہ تک مشایعت کیلئے آکر اظہار کیا۔ حقیقت میں اسلامی اخلاق اور اسلامی روح ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہمارے لیئے مایہ ناز و افتخار ہو سکتی ہے +

خاکسار محمود احمد احمدی ۔ مصر

خواجہ پریس بٹالہ میں باہتمام احمد وجودی پرنٹر چھپا۔ اور شیخ ابراہیم علی پبلشر نے تراب منزل قادیان سے شائع کیا

اقتصادی جنگ کیلئے طیار رہنا چاہیے

عہد حاضرہ کے مصائب اور ابتلاؤں میں سے ایک مالی ابتلا بھی ہے جس نے حکومتوں تک کو اپنے اثر کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مرتبہ وحی ہوئی تھی

بَلِیَّۃٌ مَالِیَّۃٌ

اسوقت اس الہام کی حقیقت سمجھ میں نہ آتی تھی مگر حرب عظیم کے بعد دنیا کی حالت پر جو اثر پڑا اسنے بڑی بڑی حکومتوں کو ہلا دیا اور پوری شان کے ساتھ اس وحی الٰہی کا نظارہ دیکھا گیا۔ اسوقت جبکہ عام طور پر **بلیۃ مالیۃ** کے اثرات دنیا پر نمایاں ہیں ہماری جماعت اپنے کام اور دائرہ عمل کے لحاظ سے مادی ترقی کیلئے بہت بڑی جد و جہد کی محتاج ہے اسے تمام دنیا میں پیغام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچانا ہے اور وہ اپنوں اور غیروں کی نظر میں خار کی طرح کھٹک رہی ہے اسکا دائرۂ عمل وسیع اور ذرائع محدود ہیں۔ اور یہ خود وہ غربا کی جماعت ہے۔ ایسی حالت میں ہمارے لیئے ازبس ضروری ہے کہ ہم

مادی ترقی کے لیئے ہر جائز کوشش کریں

دوسری قوموں کے ساتھ ہمارا یہ مقابلہ نہایت سخت اور مشکل ہے تعداد کے لحاظ سے کوئی نسبت نہیں اور اسی نسبت سے ہماری تعلیمی حالت ہے۔ اسلیئے ملازمتوں کے سلسلہ میں ہم اور بھی پیچھے ہیں اور اگر کہیں ہیں بھی تو غریب احمدی مخالفوں کے ہدف بنے ہوئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ انھیں نکالیں چنانچہ نئے دن ہمارے احباب کی تکالیف کی جو اطلاعیں آتی ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ کسطرح پر ظالم طبع لوگ ہمارے ساتھ عام انسانیت کا برتاؤ کرنے کے لیئے بھی طیار نہیں پائے جاتے۔

غرض ہماری آمدنی کے ذرائع محدود ہماری تعداد نسبتاً بہت ہی کم اور دائرہ عمل سب سے بڑا اور اسکے لیئے اخراجات کی مانگ اور انکو پورا کرنے کیلیئے ہمارے سینوں میں حد درجہ کی آرزو۔ ان تمام حالات کو مد نظر رکھکر ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا کہ

ہمیں بہت بڑی اقتصادی جنگ درپیش ہے۔

اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اسکے لیئے طیار رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت کے متعلق تقریر کرتے ہوئے یُزَکِّیْھِمْ کی تفسیر میں جماعت کی علمی اور مادی ترقی کو لازمی قرار دیا تھا۔ اور آپ نے انتظام جماعت کے سلسلہ میں اس فرض کو پورے طور پر ادا کرنے کا کامل اہتمام فرمایا۔

ناظر امور عامہ کے فرائض میں بیکاروں کا انتظام رکھا اور علمی ترقی کے لیئے صیغہ تعلیم و تربیت قائم کر کے ناظر تعلیم و تربیت کو اسکا ذمہ وار قرار دیا۔ لیکن یہ ظاہر بات ہے کہ انتظامی رنگ میں یہی کچھ ہو سکتا تھا اسکو کامیاب بنانا یہ خود ہمارے فرائض میں داخل ہے اور ہمارا اپنا کام ہے۔ جب تک ہم متمدنی العمل ہو کر ان سکیموں کو کامیاب نہ بنائیں گے ہم اصل مقصد سے دور رہیں گے۔

سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور جماعت کے مالی معیار کو بلند کرنے کی خواہش اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم اس اقتصادی جنگ میں پوری قوت اور جفاکشی کے ساتھ داخل ہوں اس جنگ کو کامیابی سے فتح کرنے کے لیئے دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہم آمدنیوں کو بڑھائیں دوسرے اپنے اخراجات کو کم کریں۔

آمدنی بڑھانے کے لیئے پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہم اپنی ذاتی آمدنی کو بڑھائیں۔ دوسرے جو لوگ ہماری جماعت میں بیکار ہوں انکو کام پر لگانے کی کوشش کیجائے ایک بھی آدمی ہم میں سے بیکار نہ رہے۔ اور وہ کسی کام کو حقیر نہ سمجھیں یہ روح انمیں پیدا کیجاوے۔

اور اخراجات کے کم کرنے کی یہ صورت ہے کہ ہم اپنی لباس اپنی خوراک اور دوسری ضروریات کو صرف ضرورت حقہ کے رنگ میں تبدیل کر لیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے مجلس مشاورت کے موقعہ پر اپنی جماعت کے نمایندگان کو خطاب کرتے ہوئے صاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ

عورتیں معمولی کپڑا پہنیں۔ دال روٹی کھا کر گذارہ کر لیں

لوگ سوراج اور خلافت کے لیئے قربانیاں کرتے ہیں اور کھدر پہنتے ہیں تو کیا ہم سلسلہ کے لیئے نہیں کر سکتے

حضرت ممدوح کی اس تقریر سے پایا جاتا ہے کہ ہمکو سلسلہ کے لیئے کم از کم ایسی قربانیوں کیلیئے طیار رہنا چاہیئے جو آسانی سے ہم کر سکتے ہیں اور وہ اسیقدر ہے کہ ہم اپنے اخراجات میں کمی کریں اور اپنی روزانہ ضروریات کو اس پیمانہ پر لے آئیں کہ جو حصہ انمیں تعیش کا ہو سکتا ہے اسکو خدا کے لیئے کاٹ دیں اور صرف **قوت لایموت** پر بسر کریں۔ ہمارے لباس میں سادگی ہو اور اس سے مقصود اسیقدر ہو کہ ستر پوشی اور گرمی سردی سے بچاؤ ہو اسیطرح کھانے پینے میں اعتدال کو اختیار کریں یہ ایک ایسی صورت ہے کہ ہم آسانی سے اپنے گھروں میں اسپر عملدرآمد کر سکتے ہیں اور یہ ایسا طریق آمدنی بڑھانے کا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس ذریعہ سے کچھ نہ کچھ اپنی آمدنی بڑھا سکتا ہے۔ اس سے یہی نہیں ہوگا کہ ہم اپنی آمدنی بڑھا سکیں گے بلکہ یہ فائدہ بھی ہوگا کہ ہم اپنے تئیں جفاکشی اور قناعت کا عادی بنا لیں گے ہمارے لباس میں تکلف اور نمایش کا رنگ پیدا ہو رہا ہے اور ہمارے اخراجات کا پیمانہ بڑھ رہا ہے۔ دوسری طرف سلسلہ کی ضروریات ہم سے قربانی کا مطالبہ کر رہی ہیں اور وہ قربانی چاہتی ہے کہ ہم اپنے اخراجات کو جسقدر بھی کم کر سکیں کریں۔

ایک وقت تھا کہ ہمارے گھروں میں عام طور پر چرخہ چلایا جاتا تھا اور عورتیں سوت کات کر دیسی کپڑا بنایا جاتا تھا اور کپڑے کی تمام ضرورتیں اسی سے پوری ہو جاتی تھیں مگر رفتہ رفتہ یہ طریق جاتا رہا اس ذریعہ سے مستورات کے وقت کی کچھ قیمت پڑتی تھی مگر اب برخلاف اسکے اس وقت کی تو کوئی قیمت نہ رہی اور اخراجات بڑھ گئے۔ اور دوسری طرف تمام اشیاء گراں ہوتی چلی جاتی ہیں اور یہ گرانی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اور پھر صنعت و حرفت ہم سے نکل رہی ہے۔ اس لیئے اگر ہم نے اس اقتصادی جنگ میں ہمت اور حوصلہ سے کام نہ لیا۔ اور اپنے وقت کو قیمتی بنانے کی کوشش نکی تو سخت مشکلات کا اندیشہ ہے پس آؤ کہ ہم اس سوال پر غور کر کے صنعت و حرفت کو ترقی دیں اور اپنے وقت کو قیمتی بنانے کے لیئے کوشش کریں اور ہمارے گھروں میں کوئی بیکار نہ رہے۔ بہت سی ایسی صنعتیں ہو سکتی ہیں جو ہمارے گھروں میں رواج پا سکتی ہیں اور جسقدر جلد ممکن ہو ہمکو انھیں جاری کرنا چاہیئے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۷) بیدار نہ کر سکا۔ تو ہم ایسے بدبختوں اور شامت زدوں کے لیئے ہزار ہا شب قدر کا آنا اور جانا سب برابر ہے البتہ اگر ہمکو فضل خداوندی سے یہ توفیق حاصل ہو گئی ہے کہ ہم اپنی کمزور بساط اور ناتوان حیثیت کے مطابق کچھ بھی لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کا منشائے خداوندی پورا کر سکے ہیں۔ اپنی قوت ایمانی کو کچھ بھی تازہ کر سکے ہیں اپنے مسلم و مومن ہونے کا کچھ بھی ثبوت اپنے عمل سے دے چکے ہیں تو انشاء اللہ شب قدر کی برکتوں سے ہم محروم نہیں رہیں گے۔ توفیق الٰہی یقیناً ہماری دستگیری کریگی۔ اور جن فیوض روحانی و مادی اور برکات دینی و دنیوی کے وعدے ہم سے کیئے گئے ہیں وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ (ح)

افغانستان کی قدامت پسندی

ایک روسی نے افغانستان کے متعلق ایک اخبار کے نمایندہ سے افغانستان کے جو حالات بیان کیئے ہیں انیں رعایا کی قدامت پسندی کے بعض واقعات بیان کیئے ہیں مثلاً حکومت نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیئے مدرسہ جاری کیا۔ جسے رعایا کی مخالفت میں بند کرنا پڑا۔ برقع کی وضع پر کچھ تبدیلی کی تھی اسکی مخالفت ہوئی اسی سلسلہ میں وہ احمدیوں کی سنگساری کے واقعہ کو بیان کر کے کہتا ہے کہ "امیر صاحب اسکے مخالف تھے لیکن وہ اس معاملہ میں بالکل مجبور تھے"

امیر صاحب کی مجبوری سے **حکومت کابل** کی کمزوری نمایاں ہے اور اگر رعایا صحیح معنوں میں **ملّا ازم** اسقدر غالب ہے تو کابل میں کسی **اصلاح** کی توقع موہوم ہے جب تک کہ ترکی کا قانون مولویوں کی گرفتاری کا جاری نہو۔ اور یقیناً حکومت کابل کو اپنی بقا کے لیئے **ملّا ازم کو فنا کرنا پڑے گا** +

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب

حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نمبر ۲

غرض حضرت نانا جان کی صاف گوئی اور صاف دلی آئینہ کی طرح روشن تھی۔ وہ حق کے کہنے میں کسی چھوٹے بڑے کی رعایت نہ کرتے اور سینہ کو ہمیشہ بغض و حسد سے پاک رکھتے تھے۔ اگر کسی سے ناراض ہوتے تو اس میں نہاجر کا رنگ نہ ہوتا خود السلام علیکم سے ابتدا کرتے اور معافی مانگ لینے میں کبھی کسر شان نہ سمجھتے۔

میرا اپنا واقعہ

خاکسار عرفانی سے بھی متعدد مرتبہ تجربہ ہوگئی۔ میں اپنی غصہ ور طبیعت کا خود اعتراف کرتا ہوں اور یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے کہہ گزرتا ہوں۔ جب اول اول میں خدا کے فضل سے ہجرت کرکے قادیان آگیا میری جوانی کا آغاز تھا۔ طبیعت پہلے ہی تیز واقع ہوئی تھی۔ میں مدرسہ تعلیم الاسلام کا ہیڈ ماسٹر تھا اور حضرت نانا جان ناظم۔ بعض باتوں میں حضرت نانا جان سے چھڑ گئی۔ میں اس سے اسقدر متاثر ہوا کہ بعد نماز مغرب جب حضرتؑ مسجد مبارک کی شہ نشین پر تشریف فرما تھے میں نے اس قضیہ کو باچشم گریاں حضرت کے پیش کرنا چاہا۔ حضرت متوجہ ہوئے تھے کہ حضرت مخدوم الملۃ مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر مجھے بٹھا دیا (اور میں اس ڈانٹ کی بہت عزت کرتا ہوں) اور حضرتؑ کے دریافت کرنے پر عرض کر دیا کہ میں سمجھا دوں گا کچھ بات نہیں دوسرے دن مجھے حضرت مخدوم الملۃ نے حضرت میر صاحب کے مناقب بیان کئے منجملہ ان کے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کی بیٹی ام المؤمنین ہے وہ طبیعت میں بیشک تیز ہوں مگر بہت صاف باطن اور خیر خواہ ہیں تم ان سے صلح کرلو۔ مجھے حضرت مخدوم الملۃ سے بہت محبت تھی انکے کلام کا میرے دل پر بہت اثر ہوا اور میں نے ارادہ کیا کہ جاکر حضرت میر صاحب سے معذرت کروں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ خود تشریف لا رہے ہیں اور آتے ہی السلام علیکم کہہ کر مجھے پکڑ لیا اور اظہار محبت فرمایا۔ ایسی مثالیں متعدد ملتی ہیں بغض اور نہاجر ان میں نہ تھا۔ ہاں غیرت دینی ایسی تھی کہ اس کے مقابلہ میں کسی چیز کی پروا نہ کرتے تھے۔

غیرت دینی

ان کے عزیزوں میں محمد سعید نامی ایک نوجوان تھا بہت تیز مزاج اور نازک طبع تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کتب خانہ کا ابتداءً ناظم تھا وہ اپنی شامت اعمال کی وجہ سے قادیان سے مرتد ہو کر چلا گیا۔ حضرت نانا جان نے کبھی اسکی طرف التفات بھی نہ کی اور اگر کوئی شخص اسکا ذکر کرتا تو آپ سخت ناپسند کرتے کہ وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوگیا میرا اسکے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہ سکتا میں اسکا نام بھی نہیں سننا چاہتا۔

پابندی نماز

ارکان دین کی پابندی آپ میں کامل درجہ کی تھی۔ نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ آخری عمر میں جبکہ چلنا پھرنا بھی مشکل ہوگیا تھا آپ نماز باجماعت پڑھتے تھے اور کبھی اس میں ناغہ نہ ہوتا تھا۔ جن لوگوں نے عمر کے آخری حصہ میں آپ کو مسجد میں گھر سے آتے جاتے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کس ہمت بلند کے آپ مالک تھے۔ طبیعت میں استقلال اور عزم تھا سب جانتے ہیں کہ مسجد مبارک سے دور دارالعلوم میں رہتے تھے مگر نمازوں میں شمولیت کیلئے وہاں سے چلکر آتے تھے یہ قابل رشک حصہ آپکی زندگی کا تھا۔

غرباء کے ساتھ محبت و ہمدردی

ایمان کے دو بڑے شعبے ہیں تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ خدا تعالیٰ نے آپ کو دونوں شاخوں میں صحیح اور قابل رشک حصہ دیا تھا۔ عبادات میں وہ ایک ذاکر شاغل درویش تھے اور مخلوق کی ہمدردی اور بھلائی کے لئے انکے دل میں درد تھا اور ہمیشہ انھوں نے اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے کوشش کی اور ان کاموں میں انہیں بہت لذت تھی جو دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی کے ہوں چنانچہ دور الضعفاء انکی ایک ایسی یادگار ہے جو دنیا کے آخر تک ان کے نام کو زندہ رکھے گی یہ ان بہت سے کاموں میں سے ایک ہے جو آپ نے رفاہ عام کے لئے تیار کئے۔ قادیان میں ابتداءً مکانات کی بڑی قلت تھی اور سلسلہ کے غرباء کے لئے تو اور بھی مشکل تھی جو کرایہ دینے کی مقدرت نہ رکھتے تھے اس ضرورت کا احساس کرکے انہوں نے جماعت کے غریب مہاجرین کیلئے کوٹھے بنانے کے لئے ایک تحریک شروع کی۔ حضرت نواب صاحب قبلہ نے اسکے لئے زمین دی اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اسکی بنا رکھی اور آج وہ محلہ دور الضعفاء (ناصر آباد) کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت میر صاحب نے اس مطلب کیلئے جب چندہ کا آغاز کیا تو ایک کاپی پر انہوں نے ایک پنجابی شعر لکھا صحیح طور پر تو مجھے یاد نہیں مگر قریب قریب یہی تھا

مانگوں نہیں پر مرا ہوں پیٹ بھرن کے کاج
پر سوارتھ کے کام کو مانگتے مجھے نہ آوے لاج

یعنی میں مانگنے کے مقابل میں مر رہنے کو ترجیح دیتا ہوں پس اپنی ذات اور پیٹ پالنے کے لئے میں خواہ بھوکا مر جاؤں ہرگز نہیں مانگوں گا لیکن رفاہ عام کا سوال۔۔ اور دوسروں کا بھلا ہوتا ہو اس مقصد کے مانگنے کے لئے میں قطعاً شرم نہیں محسوس کرتا آپ کا یہ موٹو ان لوگوں کے لئے جو رفاہ عام کیلئے چندہ حاصل کرنے کے منصب پر مقرر ہیں بہت ہی عمدہ نمونہ ہے

اس سے انکی ہمت بلند ہوگی اور ان کے اخلاص میں ترقی۔ اس سے حضرت میر صاحبؓ کے اخلاص کی بھی ایک جھلک نمایاں ہے۔ وہ خود ایک ایسے عظیم المرتبہ خاندان کی یادگار تھے جنکو بعض نوابوں نے اپنی لڑکیاں دینا فخر سمجھا اور پھر یہ خاندان دینی طور پر بھی ممتاز اور شہرت یافتہ تھا۔ اور اپنی ذات سے بھی ایک معزز عہدہ دار اور گورنمنٹ پنشنر تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ صہری تعلقات کی وجہ سے انکی عزت اور شان اور بھی بڑھ گئی تھی مگر باوجود ان تمام کے وہ

لوگوں کی بھلائی اور خدمت کے لیئے

چندہ مانگنے میں عار نہ سمجھتے تھے اور حقیقت میں سید القوم خادمہم کا صحیح مفہوم انہوں نے اپنی عملی زندگی سے دکھایا۔ پھر اسی سلسلہ میں عام پبلک کے فائدہ کے لئے انھوں نے ایک ہسپتال کے لئے چندہ شروع کیا اور جو ڈھونڈا سے اس میں چندہ لیا۔ یہ انکی بے نفسی اور اخلاص کی ایک مثال ہے۔ ان میں تفاخر اور تکلف اگر ہوتا تو وہ کم از کم ایسے موقعہ پر ان لوگوں سے چندہ نہ لیتے مگر وہ جو کچھ کر رہے تھے خدا کی مخلوق کے لئے۔ اور اس میں کوئی امتیاز انکے نزدیک نہ تھا وہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق سے ربوبیت عامہ کے فیضان کو پاکر تفریق نہ کر سکتے تھے۔ ہسپتال کے چندہ میں ایک لطیفہ لکھنے سے رک نہیں سکتا۔ ایک دوست سے انھوں نے چندہ مانگا وہ زیادہ دے سکتا تھا مگر اس نے ایک پیسہ دیا اور چند چوڑھوں نے ایک ایک روپیہ دیا حضرت میر صاحبؓ کو غیرت دلانا مقصود تھا آپ نے ایک مختصر سی نظم لکھی جس کے آخر میں آتا تھا

چوڑھا ایک روپیہ ...... ایک پیسہ

اس دوست کو احساس ہوا اور آخر اس نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ غرض نہایت جفاکشی اور محنت سے ہندوستان و پنجاب کا دورہ کرکے انھوں نے دار الضعفاء۔ مسجد نور۔ نور ہسپتال (نامر وارڈ) تعمیر کرائے۔

انھوں نے ایک مجلس احباب بھی بنائی تھی جس میں آٹھویں روز احباب جمع ہوتے اور اپنے گھروں سے کھانا لاکر ایک دسترخوان پر بیٹھ کر باہم ملکر کھاتے اسمیں سب کے سب غرباء اور کمزور لوگ داخل تھے۔ حضرت میر صاحب نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ ان صفوں میں بیٹھتے اور اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ محبت سے کھانا کھاتے وہ دن یاد آتے ہیں تو دل پر ایک ٹھیس لگتی ہے وہ شخص جو اپنے اعزاز و امتیاز میں تمام جماعت میں حضرت اقدس کے ساتھ نسبتی الوہیت کے لحاظ سے معزز تھا ایک غریب سے غریب بھائی کے پیالہ میں کھا رہا ہے۔ اخوت و خلت کی برقی لہریں ایکدوسرے کے وجود میں قدرتی تھیں کوئی اگر بیمار ہو جاتا تو حضرت میر صاحب احباب کو لیکر اسکی عیادت کو جاتے اور بعض اوقات جمعہ کے دن اپنی بھائیوں کے کپڑے دھونے کے لئے چلتے۔ وہ باتیں اسوقت اور آج بھی عجیب معلوم ہوتی ہیں مگر اس روح کو تلاش کریں تو وہ کمیاب ہے حضرت میر صاحب جماعت میں ایک ایسا جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے کہ

سب ایک وجود بن جائیں

اسی سلسلہ میں انھوں نے دعا کی ایک مجلس قائم کی مغفرت تائبہ کیلئے دعا کی جاتی تھی ان دعاؤں میں بھی ایک لذت تھی غرض آپ اپنے بھائیوں کی ہمدردی انکی محبت و مساوات میں سرشار تھے اور انہیں وہی رنگ پیدا کر دینا چاہتے تھے (باقی)

ایڈیٹر

سفر یورپ پر ایک نظر

میرا ایک ارادہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سفر یورپ پر ایک سرسری نظر ڈالوں میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اسے متواتر جاری رکھ سکوں گا یا نہیں تاہم میں کوشش کروں گا کہ اگر متواتر نہ ہو تو کبھی کبھار ہی سہی - اپنے ناظرین کو اس لطف میں شریک کر لیا کروں جو میں نے اس سفر میں کسی نہ کسی رنگ میں اٹھایا - اگرچہ دید و شنید میں بہت بڑا فرق ہے لیکن سنی سنائی باتیں بھی بعض اوقات ایسا لطف پیدا کر جاتی ہیں جو دیکھنے میں نہیں آتا بہرحال میں اسے شروع کرتا ہوں وباللہ التوفیق (عرفانی)

نمبر اول

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا وہ سفر یورپ جس کا غلغلہ دوستوں اور دشمنوں میں بلند ہوا اور جو ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء کو شروع ہو کر ۲۴ نومبر ۱۹۲۴ء کو ختم ہوا - کئی مہینے تک دلچسپی کا موجب رہا - اور میں سمجھتا ہوں اسکی دلچسپی اور اسکے نتائج اور حالات کے اعتبار سے ہمیشہ رہیگی - اس سفر کے حالات اخبارات سلسلہ میں شائع ہوتے رہے اور ہر زبان اور ہر ملک کے اخباروں نے اس سفر کے متعلق اپنی دلچسپی کا اظہار کیا - خدا تعالیٰ چاہے گا تو یہ حالات کتابی صورت میں بھی شائع ہو جائیں گے لیکن قبل اسکے کہ وہ کتاب شائع ہو میں اس سفر پر ایک سرسری نظر کرنا چاہتا ہوں جس میں میرا اپنا **نقطۂ نگاہ** ہوگا میں اپنی آنکھ اور مذاق کے ماتحت دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ

میں نے کیا دیکھا اور کیا سیکھا

میں نے آزادی ضمیر کا سبق بہت مدت ہوئی پڑھا تھا اور جو چیز گذشتہ آموختہ میں مجھے ہمیشہ یاد رہی وہ یہی سبق ہے اسلئے اگر نقطۂ نگاہ کے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے میں کسی مقام پر کسی سے اختلاف کر جاؤں تو میرے دوست مجھے معذور سمجھ کر ان بہت سی دلچسپیوں سے فائدہ اٹھائیں جو ان حالات میں ملیں گی وہ اپنے نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے میری غلطی سے تعبیر کر سکتے ہیں -

اس سفر کی ابتدائی اور آخری مخالفت

اس سفر کی مخالفت دوستوں اور دشمنوں نے کی دوستوں کا نقطۂ خیال اور اور دشمنوں کا زاویہ نظر دوسرا تھا - میں خود اس سفر کے مخالفوں میں سے تھا لیکن مجھے اس بات سے ہمیشہ خوشی رہے گی کہ خود حضرت خلیفۃ المسیح بھی حالات حاضرہ کے ماتحت اسوقت اسکے حق میں نہ تھے - مگر جب جماعت کی کثرت رائے نے اسکی اہمیت پر زور دیا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے کثرت رائے کا احترام کیا اور باوجودیکہ آپ کے ذاتی حالات ایسے سفر کی اجازت نہ دیتے تھے اور دعاؤں کے بعد مرضی مولیٰ کو بھی اسکا مؤید پایا تو آپ نے عزم کر لیا - اور میں نے اور دوسرے ان دوستوں نے بھی جو ایک یا دوسری وجہ سے اسوقت اس سفر کے حق میں نہ تھے تسلیم خم کر دیا -

یہ تو دوستوں کی مخالفت تھی اس مخالفت میں محبت اور اخلاص کے جذبات نمایاں تھے - دوسری مخالفت دشمنوں کی طرف سے تھی افسوس ہے کہ وہ جنکو ہم اپنا دلی دوست سمجھتے تھے آج انہیں دشمن کہنے پر مجبور ہیں - میری مراد اس سے منکرین خلافت سے ہے انھوں نے اس سفر کے متعلق بہت کچھ زور لگایا اور جماعت کو بدظن کرنے کیلئے امام جماعت کی غیر حاضری میں اس سفر کی مخالفت کے لئے خاص طور پر اشاعتی فرض ادا کیا گیا مگر

خدا تعالیٰ نے انہیں ہر طرح ناکام رکھا

یہ سفر ان کے لئے سوہان روح ہو رہا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ جوں جوں اس سفر کے پاک اور مفید نتائج عملی صورت میں ظاہر ہوتے رہیں گے ان کے لئے موجب تکلیف ہوگا اور انہیں اسکی یاد ہمیشہ دکھ اور عالم کباب کی ایک نئی تجلی جلوہ گر ہوتی رہیگی - پس اس سفر کی ابتدائی مخالفت تو وہ تھی جو خدام کی طرف سے ہوئی جو اپنے آقا سے محبت و اخلاص کا ایک نیا ظہور تھا اور جماعت کی مالی حالت اور ضروریات پر فکر کا نتیجہ تھی - دوسری مخالفت جو وہی پہلی اور آخری مخالفت کہلائے گی حسد و تعصب کا اک کرشمہ تھی *

غرض اس مخالفت میں اولو العزم نے ایسے حالات میں کہ جو سفر کے مقتضی نہ تھے رخت سفر باندھا -

کن حالات میں سفر کیا گیا

میں اس مقام پر ان حالات کی تفصیلات کا ذکر نہیں کروں گا جو آغاز سفر کے وقت موجود تھے صرف اسقدر کہوں گا کہ اس سفر کی تیاری کے لئے بہت ہی تنگ وقت ملا - یہانتک کہ ہم فریقاً سفر بھی پورے طور پر ساتھ نہ لے سکے - اور بمبئی میں ایسے وقت میں پہنچے کہ ہمارے قیام اور روانگی میں چند گھنٹہ کا وقفہ تھا -

کاروباری دفتر کی ایک شان

بمبئی میں ٹامس کک کے دفتر میں جا کر کاروباری دفتر کی ایک شان دیکھنے کا موقعہ ملا - اور جس سے اس راز کا پتہ ملتا ہے جو ان قوموں کی تجارتی کامیابی کا ہے اخبار بین احباب جانتے ہیں کہ ٹامس کک ایک مشہور فرم ہے جو روئے زمین کے مسافروں کے لئے ہر قسم کے سفر کی آسانیاں بہم پہنچا کرتی ہے اور دنیا کے کسی قطعہ میں ہو سفر کا انتظام کر دیتی ہے - دنیا کے تمام بندرگاہوں اور تمام بڑے بڑے شہروں میں انکے دفتر ہیں اور دنیا کے قریباً تمام ہوٹلوں اور بڑی بڑی دوکانوں اور ریلوے لائنوں پر اسکے نوٹ چلتے ہیں اور وہ خود ہر ریلوے لائن کا ٹکٹ اپنے مسافروں کو دے سکتے ہیں اس سے اس مشہور فرم کی وسعت کا پتہ لگ جاتا ہے انگریزی فرم ہے اور اوقات معینہ میں اسکا دفتر کھلتا ہے اور بند ہوتا ہے لیکن ہمارے قافلہ کے لئے جس جہاز ایس ایس افریقہ میں انتظام کیا گیا تھا وہ صبح ہی جانے والا تھا اسلئے انھوں نے اطلاع پا کر ہماری روانگی کے لئے اپنی دفتری امداد کے لئے اپنے دفتر کو بہت دیر تک کھلا رکھا اور اس تمام عرصہ میں اسکے دفتر کے کسی کارکن کو کوئی گھبراہٹ اور بےچینی نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ وہ نہایت اطمینان اور تسلی سے کام کرتے تھے چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر کارکن کا رویہ ہمدردانہ اور ممنون کن تھا مجکو نہ تو اس دفتر کے متعلق کوئی تفصیلی حالات دینا ہے اور نہ کسی خاص شخص کا تذکرہ مقصود ہے بلکہ جس چیز کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں وہ

مختلف اخلاق ہیں

جو انسان کو تجارتی کاروباری زندگی میں کامیابی بخشتے ہیں - ان میں سب سے اول اپنے **نظام عمل** کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے جو قوم اپنے نظام کی اطاعت نہیں کر سکتی اسکی کامیابی ہمیشہ مشکوک ہے - اور یہ اسلامی تعلیم ہے -

افسروں اور ماتحتوں کا برتاؤ

اس دفتر میں میں نے دیکھا کہ وہ سب کے سب ایک **وجود** کی طرح ہیں ہر شخص اپنے افسر کے حکم پر نہیں بلکہ اشارہ پر کام کرتا تھا اور افسر کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ **برادرانہ** برتاؤ کرتے تھے میں غلط کہتا ہوں وہ اپنے جیسا برتاؤ کرتے تھے - انکے کلام میں دوسروں کیلئے ادب محبت اور ہمدردی [illegible] تھی وہ ماتحتوں کو اپنا غلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنے **اعضاء** یقین کرتے تھے - کوئی شخص صرف دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ افسر ہے یا وہ ماتحت ہے - ایک دوسرے کی عزت کرنا اور اسے اپنے کام میں مددینے کا خیال کرتا تھا نہ یہ کہ اسپر حکومت کرنی ہی یہ روح انہیں کام کرتی تھی اور اس روح کو میں نے یوروپین ممالک میں کام کرتے پایا - چھوٹے سے چھوٹے کارخانوں اور گھروں میں بھی میں نے دیکھا کہ آقا اور ملازم کے تعلقات کی نوعیت بالکل گھر کے ممبروں کیسی ہے اور ایکدوسرے کو خطاب کرنے میں قطعاً کوئی فرق نہیں وہ چھوٹے سے چھوٹے کارکن کو بھی پکارینگے تو مسٹر فلاں اور انکے ساتھ کھانے پینے اور دوسرے تمدنی معاملات میں ایسا امتیاز نہ کریں گے جس سے اسکی حقارت اور ذلت پائی جاوے - باقی آئندہ

ابراہیم بک انصاری

جناب ابراہیم بک انصاری بیت المقدس کے مشائخ عظام اور متمول عمائد میں سے ہیں اب وہ کچھ عرصہ سے مصر میں مقیم ہیں اور اپنے نائب کے ذریعہ بیت المقدس میں کام کراتے ہیں -

جناب ابراہیم بک باوجود اپنے تمول و وجاہت کے منکسر المزاج ہیں اور اسلامی درد کا اظہار کرتے ہیں دین فروش علماء کی حالت پر متاسف ہیں -

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے بھی پورٹ سعید میں ملاقات کا موقعہ ملا تھا اور انکے نمائندگان نے بیت المقدس میں بھی حضرت اور آپکے خدام سے ملاقات کی جسکے لئے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے گا -

جناب ابراہیم بک صاحب مجھے ہمیشہ اخلاقی مدد دیتے ہیں جزاہم اللہ احسن الجزاء

خاکسار محمود احمد از مصر

ساقیا آمدن عید مبارک باشد

چونکہ الحکم کی یہ اشاعت رمضان کی آخری اشاعت ہے اسلئے میں ... صدق دل سے **الحکم** کے ناظرین کو عید مبارک کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان برکات اور فیوض کا وارث بنائے جو حقیقی عید سے وابستہ ہیں اور ہماری عید حقیقی ہو *

مشرقی ترکستان کے دلچسپ حالات

اسلام کا ایک غیر معروف نشیمن

ملک کی طبعی سیاسی اور اقتصادی زندگی کی تصویر

"مشک ختن" اور "غزال ختن" اردو اور فارسی ادبیات میں اس کثرت سے استعمال ہوئے ہیں کہ ہندوستان کا ایک ایک بچہ ان سے واقف ہے لیکن ان میں سے شاید ہی کوئی شخص ایسا نکلے جسے ختن یا اسکے نواحی علاقے اور خطے کی حقیقی حالت معلوم ہو۔ مشرقی ترکستان یا بہ اصطلاح حال چینی ترکستان سے ناواقفیت کا یہ عالم صرف ہندوستان ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ساری دنیا عام طور پر اس ناواقفیت میں برابر کی شریک ہے۔ یہ ملک تقریباً چاروں جانب سے بلند پہاڑوں کی قدرتی دیواروں سے محصور ہے اور راستوں کی دشوار گزاری کے باعث اس کے صحیح حالات کا باہر کی دنیا تک پہنچنا بالکل محال نہیں تو متعذر ضرور ہے۔ اسکی سیاسی تاریخ مختلف النوع انقلابات کا مرقع ہے اور میں چینی۔ فرنگستانی اور اسلامی ادبیات کی وساطت سے اسکے کچھ کچھ حالات معلوم ہوتے رہے ہیں +

مذہبی و نسلی پیکار

اس خطہ میں بہت سی نسلیں اور بہت سے مذاہب تفوق کے لئے برسر پیکار رہ چکے ہیں اس پیکار کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جسمانی اعتبار سے تو ترکستان کی آبادی مختلف نسلوں کے اختلاط کا سماں پیش کر رہی ہے لیکن مذہبی اعتبار سے اسلام سب پر غالب آیا ہے اسوقت بھی اس خطہ میں دنیا کی تقریباً تمام مذاہب کے پیرو موجود ہیں لیکن آبادی کا اکثر و بیشتر حصہ پیروان دین قیم پر مشتمل ہے۔ گزشتہ چند صدیوں سے یہ ملک سلطنت چین کا جزو چلا آتا ہے اس دوران میں بھی سیاسی انقلابات کا بازار گرم رہا اور مقامی سیاسی ایک سے زائد مرتبہ چین کے تسلط کا جوا اپنی کندھوں سے اتار پھینکنے میں کامیاب ہوتے رہے +

امیر یعقوب بیگ

ان جری اور شیر دل قائدوں میں سے آخری جوانمرد امیر یعقوب بیگ تھا جو ۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۷ء تک ترکستان پر

لیکن یہ مقامی سیاسی ہنگامے ملکی آبادی کے منتشر و پریشان اجزاء کو پھیلا کر سیاسی اعتبار سے ایک متحد الخیال اور مشترک المقاصد قومیت کے سانچہ میں نہ ڈھال سکے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہر انقلاب کے بعد چینی حکومت از سرنو اپنے تسلط و اقتدار کے قیام و بحالی میں کامیاب ہوتی رہی۔ امیر یعقوب بیگ کے ہنگامہ خیز کارناموں نے کچھ مدت کے لئے چینی ترکستان کو ساری دنیا سے روشناس کر دیا تھا اس کے مختصر سے عہد حکومت میں برطانیہ اور روس میں غیر معروف مملکت کے ساتھ دوستانہ و حلیفانہ تعلقات پیدا کرنے کی زبردست کوشش کرتے رہے لیکن امیر مرحوم کے زوال کے بعد یہ علاقہ پھر تعرنسیان و گمنامی میں غرق ہو گیا یا کوئی روس نے قونصل اسوقت تک ترکستان میں موجود ہیں۔ لیکن اب حقیقت حال کے اعتبار سے یہ علاقہ سلطنت چین کا ایک حصہ ہے۔ اگرچہ ۱۹۱۳ء کے دستور و آئین کے مطابق اسے مستقل اور نیم خود مختارانہ حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

طبعی حالت

میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ چینی ترکستان تقریباً کل بہت سی پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ معدنیات سے لبریز ہیں اس علاقہ کی باقاعدہ پیمایش کا اگرچہ آج تک موقع نہیں آیا لیکن تخمیناً کہا جاسکتا ہے کہ اسکا رقبہ پانچ سے آٹھ کروڑ مربع میل تک ہو گا۔ آبادی کا صحیح طور پر کوئی اندازہ نہیں ہوا لیکن غالباً وہ ایک لاکھ اور دو لاکھ کے درمیان ہو گی۔ ترکستان کا تقریباً نصف حصہ بالکل بے آباد ہے بقیہ حصہ دریائے طارم اور اسکے چھوٹے چھوٹے معاونوں سے سیراب ہوتا ہے اور یہاں ہر طرف مرغزار نظر آتے ہیں۔ ہر مرغزار کا دامن آبادی سے معمور دیہات و قصبات سے مزین ہے۔ کچھ لوگ پہاڑوں میں بھی سکونت پذیر ہیں۔ بعض حصوں میں بڑے بڑے اور وسیع ریگ زار مرغزاروں کے درمیان حائل ہیں اور اس طرح ان کے مابین سلسلہ آمد و رفت کا قیام بہت مشکل ہو گیا ہے۔

تین مشہور شہر

کاشغر اور یارقند کے مرغزار سب سے زیادہ مشہور ہیں اور انہی میں چینی ترکستان کے یہ ممتاز تین شہر ہیں۔ تیسرا مشہور مرغزار ختن کا ہے لیکن اسکے اور کاشغر و یارقند کے مابین بیسیوں میل تک صحرائی علاقہ حائل ہے۔ ان تینوں شہروں میں ترکستان کی قدیم عظمت کے باقیات صالحات اس وقت تک محفوظ ہیں۔ لیکن عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ زیادہ بیش قیمت آثار وسیع ریگزار کی بے آب و گیاہ پہنائی میں مدفون ہیں۔ بعض اوقات مقامی راہبر سیر کرانے وقت سیاح کو ان مدفون شہروں تک لیجانیکے لئے بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور انکا بیان ہے کہ اگر یہاں کھدائی کا باقاعدہ کام شروع کیا جائے تو سالم کے سالم شہر ریت کے نیچے سے نکالے جاسکتے ہیں +

زراعت اور صنعت و حرفت

وادی طارم سرسبز و شاداب قطعات سے معمور ہے۔ حال ہی میں یارقند و کاشغر کے علاقوں میں آبپاشی کے جدید انتظامات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ لیکن اس کوشش کا پیمانہ بہت محدود تھا۔ ملک کی زرعی ترقی کے راستہ میں آب پاشی کا مسئلہ سب سے اہم رکاوٹ ہے۔ دوسرا پیچیدہ معاملہ یہ ہے کہ جو علاقے وسیع ریگ زاروں سے متصل واقع ہیں انہیں ریت کے اڑتے ہوئے ٹیلوں کی دستبرد سے کس طرح محفوظ رکھا ہوا ہے ملک کے اندر کسی صنعت و حرفت کا بھی وسیع پیمانہ پر انتظام نظر نہیں آتا۔ تو لوگ ایسی ہنرمندی سے بہرہ رکھتے ہیں کہ معدنیات کے نکالنے کا اہتمام کرسکیں اور نہ انکے پاس کافی سرمایہ موجود ہے۔ روس۔ ترکستان۔ ایران۔ چین۔ افغانستان۔ اور ہندوستان کے ساتھ درآمد و برآمد کی مقدار بھی کچھ زیادہ نہیں۔ بنا بریں چینی ترکستان بحالت موجودہ بہت غریب ہے لیکن اگر اندرونی و بیرونی وسائل حمل و نقل کا اچھے پیمانہ پر انتظام ہو جائے اور چیزوں کو لانے لیجانے میں دشواریاں باقی نہ رہیں۔ تو یہ ملک ثروت و مرفہ الحالی میں بہت اعلیٰ حیثیت حاصل کر سکتا ہے +

ختن کی موجودہ حالت

آج سے تین سال پیشتر مجھے اسکے تین مشہور ترین شہروں یعنی کاشغر یارقند اور ختن کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ آخر الذکر شہر کو بلحاظ شعر میں اگرچہ ممتاز ترین درجہ حاصل ہے لیکن حقیقت حال اس اعتبار سے اسکی حیثیت بہت معمولی ہے اسکے بازار نہایت تنگ اور پر پیچ ہیں۔ مکانات چھوٹے چھوٹے بگنڈے ہیں البتہ قدیم درسگاہوں ویران مسجدوں اور شکستہ حال مزاروں کی بہت کثرت ہے ادبیات میں اس شہر کا جس آواز میں ذکر ہوتا رہا ہے اسکو مد نظر رکھتے ہوئے عالم تصور میں اسے حسن و خوبی کی عروس سمجھا جاتا ہو گا لیکن اسکی موجودہ اور تنزل حالت از سرتا پا یاس کی صدا ہے بہت سی مساجد اسوقت بالکل ویران پڑی ہیں وہ مدرسے جہاں کسی زمانہ میں اسلامی علوم کے شیدائی دور دور سے کھنچے چلے آتے ہوں گے آج باستثنائے چند بالکل شکستہ حالت میں ہیں۔ شہر کی آبادی بھی رو بہ تنزل ہے۔ تعجب خیز امر یہ ہے کہ آج کل اس مشک کو اسکی پیداوار میں کوئی نمایاں درجہ حاصل نہیں ہے جسکی وجہ سے ختن چار دانگ عالم میں اوج شہرت پر پہنچ چکا ہے بلکہ مصنوعات میں بھدی وضع کے قالین اور موٹے موٹے ریشمی کپڑے خاص طور پر اہم ہیں اور پیداوار میں بعض میوے اور غلے شہر کے ارد گرد غزال بھی کچھ زیادہ تعداد میں نہیں ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مرغزار ختن میں ایسے سرسبز و شاداب قطعات ہی مفقود ہیں۔ جہاں جانور بافراط رہ سکیں +

یارقند و کاشغر

البتہ سرزمین ادب کے ختن کی بہت ہی خصوصیات یارقند میں موجود ہیں۔ یارقند کے گرد و پیش بہت سے سرسبز قطعات پائے جاتے ہیں جہاں بکریاں اونٹ بھیڑیں غزال اور گھوڑے بہ کثرت موجود ہیں یہ شہر گھوڑوں کے لئے خاص طور پر مشہور ہے اور آج بھی اسکا یہ امتیازی پہلو بہت نمایاں ہے گھوڑوں کی تجارت کی یہاں خوب گرم بازاری ہے۔ چینی ترکستان میں قافلوں اور مسافروں کو ٹٹوؤں کی جس قدر ضرورت ہوتی ہے وہ سب یارقند ہی سے ملتے ہیں۔ یہاں چمڑے اور زین سازی کی صنعت و حرفت بھی خاص طور پر قابل قدر ہے تجارتی اعتبار سے یارقند چینی ترکستان کا بہترین شہر ہے اور جس مرغزار میں یہ واقع ہے وہ بھی اس ملک کا زرخیز ترین اور شاداب ترین حصہ ہے۔ یارقند کے نیچے جو دریا بہتا ہے اسے مقامی باشندوں نے زرافشان کا نام دے رکھا ہے۔ اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ اسکی تہ میں سونے کے ذرات پائے جاتے ہیں۔ ختن کی بہ نسبت یارقند و کاشغر کی آبادی میں مختلف نسلوں کے اختلاط کا عمل زیادہ نمایاں ہے۔ ان شہروں میں چھوٹے چہروں چپٹی ناکوں والے قلموق بلند بالا اور خوش وضع افغان خوبرو اندیجانی سیاہ فام ہندوستانی اینوں نوش چینی اور [illegible] بدخشانی یکجا [illegible] نظر آتے ہیں

زبان اور ذہنی حالت

چینی ترکستان کی زبان ترکی۔ فارسی اور چینی زبانوں کا ایک عجیب و غریب مرکب ہے ان مختلف حصص میں ان ہر سہ کے تناسب میں کمی یا زیادتی پائی جاتی ہے ذہنی اور دماغی اعتبار سے یہاں کے باشندے بہت پست حالت میں ہیں۔ ختن باوجود تنزل قدیم شان اور پرانے رنگ ڈھنگ کو قائم و محفوظ رکھنے میں سب پر فائق ہے لیکن عام طور پر علمی چیز میں بہت پستی اور تسفل آگیا ہے چینی ترکستان کے تمام باشندے یعنی مرد اور عورتیں ان پڑھ ہیں۔ مرد و عورت میں مساوات کا یہ سلسلہ زندگی کے بعض دوسرے شعب میں بھی نمایاں ہے۔ مثلاً عورتیں مردوں کے برابر محنت اور جفاکشی کرتی ہیں۔ اکثر مرد و عورت ایک ہی گھوڑے پر سوار نظر آتے ہیں بلکہ عام طور پر یہ دکھائی دیتا ہے کہ عورت آگے بیٹھی ہوتی ہے گھوڑے کی باگیں اس کے ہاتھ میں ہیں اور مرد پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔ موسم زمستان میں مرد و عورت کا لباس تقریباً یکساں ہوتا ہے۔ اس لباس میں دور سے مرد و عورت کی تمیز مشکل ہوتی ہے۔

نظام حکومت

کاشغر میں ایک چینی گورنر رہتا ہے جو برائے نام مرکزی حکومت کا ماتحت سمجھا جاتا ہے۔ یہیں روس اور برطانیہ کے قونصل خانے واقع ہیں چین سے جو بڑے بڑے افسر مقرر ہو کر آتے ہیں مقامی حیثیات سے جو ماتحت ملازمین مقرر ہوتے ہیں وہ عام طور پر مسلمان ہوتے ہیں اس واقعہ سے ملک کی اسلامی حیثیت صاف طور پر آشکارا ہو سکتی ہے نظام حکومت کی حیثیت بہت معمولی اور مقامی افسروں کو تقریباً تمام انتظامی اختیارات حاصل ہوتے ہیں لیکن ملکی نظم و نسق باشندوں کے عام معاملات زندگی سے بہت کم تعرض کرتا ہے فیصل خصومات کے لئے قیامی پنچائتیں بنی ہوئی ہیں۔ پولیس کی تنخواہیں اس روپیہ سے ادا ہوتی ہے جو شہری ماہ بماہ مقررہ رقمیں ادا کر کے جمع کرتے ہیں اسلئے حکومت کو لوگوں کے عام کاروبار سے چنداں واسطہ نہیں اور اسنے اپنی حاکمیت کا استعمال محاصل کی فراہمی ایک مختصر سی فوج اور مختصر سے انتظامی عملہ کے قیام تک محدود کر رکھا ہے لوگ محاصل ادا کر دیتے ہیں اور اطمینان کے ساتھ زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر چینی ترکستان کے اندر قومی نشوونما و ارتقا کا کوئی دلکش منظر فردوس نگاہ نہیں تو اسپر تعجب کا کونسا مقام ہے

آیندہ کی اُمیدیں

کاشغر و یارقند کے ان مضبوط تنومند اور جفاکش باشندوں میں نشاط و خوش باشی کی ایک نہایت دلفریب جھلک نظر آتی ہے جو انکی غربت وافلاس کے نقائص کی بہت بڑی حد تک تلافی کر دیتی ہے وہ ہر کام نہایت شوق اور مسرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر انہیں جدید ترین تہذیب سے استفادہ کا موقع مل جائے۔ اقتصادی اصلاح ہو جائے تو وہ بڑی خوشحالی اور اقبالمند قوم بن سکتے ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ترقی انہیں تن آسان و کاہل بنا دے اور یہ اہل انگار و غیر مطمئن مزدوروں کی معیشت اختیار کر لیں۔ کامل یقین ہے کہ بہت جلد ان میں ذہنی بیداری پیدا ہو جائیگی۔ براعظم ایشیا میں اسوقت جو قوتیں مصروف عمل ہیں ان کے نتائج کو چینی ترکستان کے پہاڑوں کا زیادہ عرصہ تک روکے رکھنا ناممکن ہے۔ بہت ممکن ہے کہ چین کی ہزار ہا میل دور افتادہ خانہ جنگیاں اور سیاسی تحریکات ان باشندوں پر کوئی اثر نہ ڈال سکیں لیکن چینی ترکستان برائے نام چین کی آسمانی سلطنت کا جزو ہونے کے باوجود حقیقی اعتبار سے ترکستان کا حصہ ہے۔ یہ مذہبی۔ ذاتی۔ نسلی اور تجارتی رشتوں کے ذریعہ سے وسط ایشیا کے اس خطہ کا ایک جزو ہے جو آج بالشویکوں کے ماتحت دماغی و سیاسی انقلاب میں سے گذر رہا ہے۔ یہ انقلاب لازماً چینی ترکستان کو متاثر کرے گا خواہ رستے میں کتنے ہی طبعی موانع حائل ہوں۔ مغربی ترکستان میں جو بد تحریک شروع ہوئی تھی اس سے مشرقی علاقہ کے اب تک غیر متاثر بننے کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ ابھی وہاں حالات سازگار نہیں ہوئے۔ ان میں یارقند اور مغربی ترکستان کے بڑے بڑے تجارتی شہروں کے مابین تجارتی قافلوں کی آمد و رفت کا سلسلہ غیر منقطع طور پر جاری ہے اور چینی ترکستان اس سے کسی نہ کسی روز ضرور متاثر ہو گا۔ (زمیندار)

دنیا میں قرآن شریف کے نایاب نسخے

اور

اُن کی خصوصیات و کیفیات

آج میں اس خاص مضمون کو جسکا میں نے دسمبر میں وعدہ کیا تھا مارچ میں پیش کر رہا ہوں۔ اس میں ایسے ایسے نادر بیش بہا قرآن شریف کے نسخوں کا ذکر ہے جو دنیا میں عدیم النظیر ہیں۔

میں نے اس مضمون کو چار قسموں پر منقسم کیا ہے۔ قسم اول میں وہ قرآن شریف پیش کروں گا جنکو میں نے کتب خانوں کی فہرستوں سے چنا ہے۔ قسم دوم میں وہ کلام پاک ہوں جنکو مورخین نے تواریخ میں ذکر کیا ہے۔ قسم سوم میں وہ قرآن ہوں گے جو خاص کسی شخص کی ملک یا قبضہ میں ہیں۔ قسم چہارم میں وہ قرآن ہونگے جنکو میں نے اپنے زمانہ سیاحت میں کتب خانوں میں معائنہ کیا ہے

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اگر کسی ملک یا کتب خانہ میں کوئی اور نادر الوجود قرآن ہو تو اسی سلسلہ میں فقیر کو مطلع کریں تا کہ وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہو جائے یا اڈیٹر صاحب کو اطلاع دیں کہ وہ ملحق فرما دیں اور ایک دلچسپ اضافہ ہو جائے۔

نمبر اول میں ایک قرآن ہے جسپر میں نے بیل بوٹے لگا کر اسمیں ایک اور خوبی کا اور اضافہ کیا ہے۔ تاریخی قدامت اور خط کی خوبیوں سے آپ کو نظر آئے گا جسکے اخیر صفحہ کے ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ اس قرآن پاک نے دو شاہان صفویہ اسمٰعیل (غالباً اسمٰعیل اول) اور عباس (غالباً عباس اول) کے کتب خانوں کو زیب و زینت دینے کے بعد اکبر شاہ کے کتب خانہ کو زینت بخشی ہے اور اکبر نے اپنی دستخط اور تحویلداروں نے اکبر کی مہر اسپر ثبت کی ہے۔ پھر شاہجہان کے کتب خانہ میں داخل ہوا اور دو جلیل القدر عہدہ داران عنایت خان اور فاضل خاں نے اپنی مہریں اسپر ثبت کیں پھر عالمگیر کے کتب خانہ کو شرف بخشا اور اعتماد خاں منصبدار نے اپنی مہر اس میں لگائی۔ اس کے بعد اول صفحہ میں ایک فارسی عبارت نظر آتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۵ جمادی الاول ۱۱۸۵ھ میں چند سرداران ملک سندھ کے درمیان عہد و پیمان ہوا تھا (غالباً عہد و پیمان کے وقت اس قرآن کو درمیان رکھ کر سرداروں نے عہد و پیمان کے پختہ کرنے کے لئے قسم کھائی ہے) اسی قرآن کو بعض سندھ کے انعامی مالوں میں شامل کر دیا گیا۔ پھر ۱۸۵۳ء میں لارڈ ڈلہوزی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ میں اس دُر بے بہا کو تحفہ دیا اور اب وہ لندن میں انڈیا آفس لائبریری کو زینت بخش رہا ہے۔

یہ قرآن شریف مکمل نہیں۔ چند سورتیں ہیں، ۲۰ صفحات ہیں ہر نسخہ میں دس سطریں ہیں۔ عرض و طول ۲ ½ × ۶ ہے خط کوفی میں ہے حرکات کے لئے سبز اور سرخ نقطے ہیں آیات سنہری نقوش سے بنی ہیں دس دس آیات کے بعد ایک نقش کلاں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں آیت ہے۔ اکثر صفحوں میں حرف مٹتے جا رہے ہیں اور اخیر میں کاتب کا نام یوں لکھا ہے کتبہ علی بن حمدان ؒ

نمبر دوم میں جو قرآن شریف آپ ملاحظہ فرمائیں گے اسمیں بھی تاریخی حیثیت سے اور قدامت نظر آئیگی مگر سب سے آخر میں کاتب کا نام جب آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ مسرت سے اچھل پڑینگے کہ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ کی تحریر ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اس قرآن پاک نے بھی شاہان مغلیہ کے کتب خانوں کو شرف بخشا ہے اسکے اخیر صفحہ میں اکبر بادشاہ کی مہر اور دستخط اور دوسرے امراء کی مہریں بھی آپ معائنہ کریں گے پھر گردش زمانہ سے یہ قرآن پاک ۱۸۰۲ء میں میجر راؤکسن پولیٹیکل ایجنٹ ترکی کو جو برطانیہ کی طرف سے کونسل بغداد میں تھا یہ گوہر بے بہا ملتا ہے اور وہ بھی لارڈ ڈلہوزی کی طرح سنہ مذکور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ میں تحفۃً دیتا ہے جو فی الحال لندن کے انڈیا آفس کے کتب خانہ کو شرف بخش رہا ہے۔

(۲) اس میں بھی چند سورتیں خط کوفی میں ہیں طول و عرض میں ۹½ × ۶¾ ہے صفحات ۱۸ ہیں ہر صفحہ میں ۱۰ سطریں ہیں سورتوں کے نام نہایت بڑے خطوط میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور دس آیات کے بعد ایک ایک نشان ایسے حروف کی شکل میں ہے جو ایک قدیم مغربی حرف کی طرح ہے اور دو سو آیات کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے اور اخیر میں کاتب کا نام یوں لکھا ہوا ہے کتبہ عثمان بن عفان۔

نمبر سوم میں جو چند سُور قرآن کے نظر آئیں گے وہ بھی قدامت طرز تحریر کتابت اور تاریخی حیثیت سے دلچسپ ہوں گے تاریخی حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ تیمور لنگ اسکو ہندوستان میں لایا تھا پھر اس نے لاہور میں کسی کتب خانہ کو شرف بخشا اسکے بعد پیرس کے کتب خانہ کو زیب دیتا رہا اور اب لندن میں انڈیا آفس کے کتب خانہ کو زیب دیتا ہے کاتب کی حیثیت سے نہایت ہی دلچسپ ہے کہ خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کے کاتب ہیں۔ واللہ اعلم

باقی آیندہ۔ (وکیل)

اصلاح عادات ضروری ہے نہ بنک

لاہور میں مسلمانوں نے ایک جدید اسلامی بنک قایم کرنے کی تجویز کی ہے۔ اگر مسلمانوں کی اقتصادی اور تمدنی ضروریات کے لیئے بنک ہی کا اجراء ضروری تھا۔ تو اس سے پہلے ایک اسلامی بنک لاہور میں موجود ہے اسی کی مدد کی ہوتی نئے بنک کے کھولنے کی کیا ضرورت تھی؟

مگر بنک کے کھولنے یا نہ کھولنے اور سودی کاروبار کے جواز وعدم جواز کے سوال کو الگ رکھکر دیکھنا یہ ہے کہ کیا فی الحقیقت بنک اور سودی کاروبار ہی مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ ہے؟ اسکا جواب صاف ہے کہ ہرگز نہیں۔

بنک کے اجراء سے مسلمانوں میں ساہوکاری پیشہ کی ترویج تو ہو سکتی ہے اور اس سے زیادہ تر وہی لوگ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں جنکے پاس روپیہ ہو۔ یا جو کاروبار کرتے ہوں۔ عام مسلمانوں کو اس سے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ معزز ہمعصر ہمدرد بھی اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہے وہ کہتا ہے کہ

"جو قوم صرف روپیہ۔ وقت۔ اور قوت کے فضول خرچ کرنے اور دھار کھائے بیٹھی ہو اسکے لیئے یہ تجویزیں کب مفید ہوں گی ہیں۔ ممکن ہے نئی تمدنی چالوں سے کچھ نئے لوگ روپیہ والے بن جاویں مگر جبتک انکی عادتیں نہ بدلیں انکی زندگی کے طریقے نہ درست ہوں ساری کوششیں بیکار ہونگی اسلیئے بہتر ہوگا کہ بنک قایم کرنے سے پہلے مسلمانوں کی عادتوں کی اصلاح کرنے پر توجہ کیجائے۔ یعنی انکو محنت کرنے۔ مزدوری کاریگری اور تجارت سے روپیہ پیدا کرنے اور پھر سادہ زندگی بسر کرنے اور اس روپیہ کو کفایت سے صرف کرنے کی رغبت دلائی جاوے"

معزز ہمعصر ہمدرد کا مشورہ آب زر سے لکھنے کے لایق ہے۔ مسلمانوں کی حالت کی اصلاح بنک کے اجراء سے زیادہ ضروری ہے۔ اور جبتک انمیں اسراف نمائش۔ بیکاری اور بھکاری پن ہے انکی تمدنی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ بہت سے مسلمانوں نے سوراج کے لیئے کھدر پہنا لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اگر وہ اپنی قوم کی تمدنی حالت کی اصلاح کے لیئے کھدر پوشی شروع کرتے اور مسلمانوں کی فضولیوں کی اصلاح کرتے تو ایک سال کے اندر ہی مسلمانوں کی اقتصادی حالت کا مقام بہت بلند ہو جاتا۔

مقابلہ زبردست ہے

بھائی پرمانند آریہ قوم کا ایک جذبات آفریں جرنیل ہے۔ کچھ شک نہیں کہ وہ اسلام کا خطرناک دشمن ہے۔ مگر اپنی قوم اور مذہب کے لیئے جو قربانی کی روح اپنے اندر رکھتا ہے وہ قابل رشک ہے اسنے اودھ ہندو کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے اپنی قوم کو جن الفاظ میں ابھارا ہے۔ وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لیئے کافی ہیں۔

"ہندو قوم کو زندہ رکھنا مقصود ہے تو اوٹھو اور شدھی کے میدان میں اس جوش و خروش سے پل پڑو کہ اگر تمہارا ایک سپاہی چھینا جاوے تو تم دس لیکر دم لو۔"

شدھی کی تحریک جس جوش اور سرگرمی سے شروع ہے۔ اور یہ مقابلہ زبردست ہے۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ اس میدان میں جس قوم کو زندہ رہنا ہے اسکو اسی اصل پر کام کرنا ہوگا کہ وہ ہمت اور حوصلہ کو پست نہ ہونے دے۔ اور اگر ایک سپاہی چھینا جاوے تو چھین کر لے جانے والے سے دس کو نہ لے لے۔

جمعیۃ العلماء اور عورتوں کی تصاویر یا علمائے سو نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر پر بڑے بڑے فتوے دیئے۔ اور مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ مگر انکی حالت واقعی

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

کی پوری مصداق ہے جمعیۃ العلماء کے آرگن الجمعیۃ کی ۱۳-اپریل ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں ایک اشتہار شایع ہوا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"ایک لڑکی کی ضرورت"

"ایک نوعمر مسلمان کو جو عربی اور انگریزی کا اعلیٰ تعلیمیافتہ اور ڈھائی تین سو روپیہ ماہوار کی جائداد رکھتا ہے ایک ایسی نوجوان اور خوبصورت لڑکی کی ضرورت ہے۔ جو شریف اور خوبصورت ہونے کے ساتھ تعلیم یافتہ بھی ہو اور اگر سید ہے مسلمان ہوئی ہو تو قابل ترجیح ہوگی درخواستیں معہ تصاویر کے اخبار الجمعیۃ کی معرفت آنی چاہیئیں خط و کتابت راز میں رکھی جاویگی"

یہ اشتہار ہے جو دہلی کے ٹکسالی علماء کے اخبار میں شایع ہوا ہے دیکھنا چاہیئے زمیندار کے افکار و حوادث کا ایڈیٹر اس پر کیا رائے زنی کرتا ہے۔ کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر علمائے دہلی اپنی لڑکیوں کے فوٹو اس عربی انگریزی تعلیمیافتہ کے معاینہ اور فیصلہ کے لیئے بھیجیں؟ کیونکہ وہ ایسے نادر موقعہ کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں گے۔

نہایت ادب سے جمعیۃ العلماء کے صدر مفتی کفایت اللہ صاحب سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا اب فوٹو جایز ہو گیا ہے اور وہ بھی نوجوان لڑکیوں کا؟ اگر تصویر کشی حرام ہے اور جوان لڑکیوں کو فوٹو گرافر کے سامنے نہیں ہونا چاہیئے تو چند بیسیوں کے لیئے (جو اس اشتہار میں وصول ہوں گے) یہ دین فروشی کیا ظاہر کرتی ہے۔

گورو کل کا کامیاب جلسہ

آریہ سماج کی مشہور درسگاہ گورو کل کو سیلاب گنگا نے تباہ کر دیا تھا اسکے لیئے آریہ سماج سے اپیل کیا گیا اور گورو کل کے اس جلسہ پر جو شتابدی کے قریبًا ایک ماہ بعد ہوا۔ اس جلسہ کے ناکام ہونے کا خطرہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ لیکن اب جلسہ کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کے ممبروں نے اپنی اس تعلیمی درسگاہ کے لیئے بھی دو لاکھ کے قریب جمع کر دیا۔ اور یہ سب سے پہلا جلسہ ہے جسمیں ایسی کامیابی ہوئی ہے۔ اس رقم میں ایک لاکھ روپیہ افریقہ کے آریوں کا ہے اور پچاس ہزار صرف ایک شخص کا ہے آریہ سماج اس کامیابی کے لیئے بیشک مبارکباد کے قابل ہے۔

"سچی" باتیں

ماہ رمضان المبارک میں ایک شب ایسی آتی ہے جسے خدائے پاک نے ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا ہے اور رسول خدا نے جسکی برکتوں اور فضیلتوں کی بہت سی تفصیل بیان کی ہے یہ رات ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی کسی طاق رات (یعنے اکیسویں تیئیسویں ۲۳ پچیسویں ۲۵۔ ستائیسویں یا اونتیسویں ۲۹) کو واقع ہوتی ہے لوگ اسکی بزرگیوں اور برکتوں سے واقف ہیں اسلیئے اون کے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ خود ہم میں اس مبارک رات شب قدر کی برکتوں سے فائدہ اوٹھانے کی صلاحیت کہانتک موجود ہے؟ یہ رات آخر ابوجہل اور ابولہب پر بھی تو گذری مگر انھوں نے اس سے کچھ فائدہ نہ اوٹھایا۔ پس معلوم ہوا کہ کسی بابرکت شئے سے فائدہ اوٹھانے کیلئے قابلیت و صلاحیت ہونا بھی ضروری ہے۔ پانی سب جگہ برستا ہے مگر کوئی زمین سبزہ زار بنجاتی ہے اور کوئی بدستور خشک رہتی ہے۔ سو اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے تئیں شب قدر کی برکتوں سے فائدہ اوٹھانے کے کہاں تک اہل و قابل بنایا؟

ہم میں کتنے ہیں جنھوں نے پورے مہینہ کے روزے رکھے؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے روزہ کے شرائط پورے کیئے؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے دنیا کی نمایش کیلیئے اور دوسروں کے اعتراض کے ڈر سے نہیں بلکہ محض امر الٰہی کی تعمیل میں ہنسی خوشی بھوک اور پیاس کی تکلیف کو گوارا کیا؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے روزہ کیحالت میں غصہ بدمزاجی اور جھنجلاہٹ کی بجائے اپنی طبیعت میں تحمل انکسار و فروتنی کو غالب رکھا؟ کتنے ایسے ہیں جو اسراف سے بچے؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے بجائے حرص و ہوس کے دن بھر اپنے نفس میں قناعت و صبر و شکر کے جذبات کو ترقی دی؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے بھوکوں پیاسوں اور ناداروں اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی عملی کی ضرورت کو محسوس کیا؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے افطار سحر و طعام شب کی بے احتیاطیوں بے اعتدالیوں اور نمایشی فیاضیوں سے اپنے تئیں باز رکھا؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے اپنے وقت عزیز کا ایک معقول حصہ قرآن پاک کے پڑھنے اور اوسکے معنے سمجھنے میں صرف کیا؟ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے پانچوں وقت نماز باجماعت پابندی اور خوشدلی کے ساتھ ادا کی؟ کتنے ایسے ہیں جنکا دل اپنے ہم مذہبوں کی مصیبتوں اور تکلیفوں پر نرم ہوا؟

اگر ہم نے اپنی غفلت و نادانی سے اس مبارک مہینہ کے بابرکت گھنٹوں اور گھڑیوں کو ضایع ہونے دیا۔ اگر ہم نے یہ سارا زمانہ بھی نفس پرستی اور تن آسانی کی نذر رکھا۔ اگر ہماری روح کو یہ مہینہ بھی

اسلامی دنیا

سلطان نجد نے اہل شام کے نام ایک پیغام شایع کرایا ہے جس میں اپنے اغراض و مقاصد کی تشریح کی ہے اور بتایا ہے کہ میرا مقصد ایک طاقتور عرب قوم پیدا کر دینے کے سوا اور کچھ نہیں نیز شامیوں کو سمجھایا ہے کہ تم فضول لاعلمی کی وجہ سے شریف علی کے لشکر میں بھرتی ہو کر اپنی جانیں ضایع نکرو۔

حکومت ترکیہ نے احکام جاری کیے ہیں کہ رمضان شریف میں جو لوگ مسجدوں میں وعظ کہنا چاہیں گے انھیں پہلے سے اجازت لینا ضروری ہوگی۔ اس اجازت نامہ میں بعض شرائط اور قیود ہیں منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ صرف احکام اسلامیہ کی تبلیغ کریں۔ ایسی کوئی بات نہ کہیں جس سے تفرقہ پیدا ہو۔ ان لوگونکو خیانت وطنیہ کا قانون بھی سمجھا دیا جائے گا۔

نجد سے ایکہزار اونٹونکا قافلہ سامان خوراک لیکر مکہ معظمہ پونہچا ہے جسمیں بڑی تعداد شکر اور چاول ہے۔

کردستان کے باغیوں کے سرگروہ کا بیٹا شیخ سعید دیار بکر کے قریب لڑائی میں مارا گیا اور باغیونکو شکست ہوئی۔

فلسطین میں تحریک صیہونیہ زور شور سے جاری ہے۔ یہ ایک یہودی تحریک ہے۔ جسکے محرک اور مؤید دنیا بھر کے بڑے بڑے متمول اور مدبر یہودی ہیں جمال الحسینی معتمد مجلس عاملہ دمشق نے مسلمانان عالم کو اس تحریک سے آگاہ کرنے کے لیئے ایک اعلان جاری کیا ہے اور وہ اسے سیاسی تحریک سمجھتے ہیں۔

ابن سعود نے قنفدہ۔ رابغ۔ اور لیت کے بندرگاہوں سے آنے کے لیئے حاجیونکو دعوت دی ہے۔

بمبئی کی حج کمیٹی نے امسال حج کے بارہ میں غور و خوض کرنے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ حالات حجاز ابتر اور غیر تسلی بخش ہونیکی وجہ سے ہندوستانی عازمان حج کی ہمت افزائی نکیجاوے دوسری طرف یہ حالت ہے کہ بخارا کے پانچسو حاجی بمبئی میں پڑے ہوئے ہیں۔

نجدی ذرایع سے جو خبریں آرہی ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں نے چند توپوں کی مدد سے شریف علی کی تیرہ کشتیوں پر حملہ کر دیا۔ انیں سے بعض کو غرق کر دیا اور چار پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ جدہ کے قریب ہوا چند جو بچ رہی تھیں وہ شریف علی کے سٹیمر کے پاس پہونچ گئی ہیں۔

دوسری طرف شریفی ذرایع سے آنیوالی خبریں ظاہر کرتی ہیں کہ نجدیوں سے جنگ ہوئی ان کے تین سو مارے گئے اور ۹ آدمی شریفی پارٹی کے کام آئے اس فتح سے لشکر اور اہل شہر کی ہمت بڑھ گئی۔

کردستان کے باغیونکا ترکی فوج نے محاصرہ شمال مغرب جنوب کی طرف سے کر لیا ہے۔ ان کے لیئے صرف مشرق کی طرف سے بھاگنے کے بعض رستے رہ گئے ہیں۔ خیال کیا جاتا کہ یہ راستے بھی عنقریب بند ہو جائینگے۔

فتحی بے سابق وزیر اعظم کا تقرر سفارت پیرس پر ہو گیا ہے۔ اور وہ عنقریب فرانس کو روانہ ہونے والے ہیں۔

ڈیلی ٹیلیگراف کو جدہ سے جو خبریں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت حجاز اور ابن سعود کے درمیان فوجی پوزیشن سخت پیچیدہ ہو گئی ہے جسکی وجہ غالباً فریقین کی مالی مشکلات ہیں چونکہ مکہ کے راستے بالکل بند ہو گئے ہیں اسلیئے شہر میں ابن سعود کے خلاف جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔

دمشق میں لارڈ بالفور کے یہودی یونیورسٹی کے افتتاح کی تقریب پر جانیکی وجہ سے عام ہڑتال ہو گئی۔ ۸ ہزار کے مجمع نے اس ہوٹل کے سامنے مظاہرہ کیا جہاں لارڈ بالفور مقیم تھے پولیس نے روکنے کی کوشش کی اور سپاہیوں اور عوام میں جھڑپ ہو گئی جس سے خفیف سا جانی نقصان بھی ہوا۔ لارڈ بالفور بخیر و عافیت بیروت سے سوار ہو گئے۔

عصمت پاشا نے بغاوت کردستان کے متعلق مجلس ملی میں جو بیان دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت اس سے کہیں خطرناک زیادہ ہے جسقدر اخبارات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ حالات نازک معلوم ہوتے ہیں لیکن اس نزاکت کے بڑھ جانے کا امکان ہے۔ جارحانہ کاروائی ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے باغی برابر لڑ رہے ہیں۔ یہ اور اسکے علاوہ ملک کے لیئے جو دوسرے خطرات ہیں اونکی بنا پر اسکی سخت ضرورت ہے۔ کہ تمام فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا جاوے۔

سابق خدیو مصر عباس حلمی پاشا پیرس سے قسطنطنیہ جا رہے ہیں اور وہاں سے وہ انگورہ جائیں گے۔

بغاوت کردستان کے سلسلہ میں یہ خبر نہایت اہم ہے کہ ترک کمانڈر گرد باغیوں کے گرد گھیرا نہ ڈال سکے اور باغی ان کے محاصرہ سے نکل گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ سرحد ایران کیطرف بھاگ گئے جہاں سے کرد آبادی کیطرف سے انھیں تازہ مدد پونہچ جاویگی اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں شروع ہو جائینگی اور جنوب مشرقی ولایات میں ایک بہت بڑی ترکی فوج غیر محدود عرصہ تک رکھنی پڑیگی۔

طنجہ کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سالم کی پہاڑیوں میں اہل ریف کی ایک عظیم الشان کانفرنس ہوئی ہے جس میں تمام رہنمایان ملت شریک تھے اس کانفرنس میں ہسپانیوں پر ہجوم عام کی ایک سکیم تیار کی گئی ہے طنجہ میں قوم پرستوں کا خیال ہے کہ بہت جلد ہسپانیہ کے دفاعی خطوط پر مجاہدین ریف کا سخت حملہ وسیع پیمانہ پر ہوگا۔

جدہ کے متعلق تازہ ترین خبر یہ ہے کہ محمد طویل جو شریف علی کے قوت بازو بلکہ جدہ کے شاہ بے تاج تھے شریف سے ناراض ہو کر جدہ سے چلے گئے ہیں۔ اسکے اسطرح چلے جانے سے شریف کو قدرتی طور پر نقصان پونہچا ہے وہ مصر جا رہا ہے۔

امام یحییٰ اور حکومت ادریسی کے درمیان حدیدہ کا بندرگاہ باعث نزاع تھا۔ امام یحییٰ اپنے ملک کی اقتصادی ترقی کیلیئے حدیدہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور ادریسی اسکا مخالف تھا۔ اب خبر ہے کہ امام یحییٰ نے حدیدہ فتح کر لیا ہے اس خبر کے صحیح ہونے کی صورت میں جزیرہ نما عرب کے مغربی حصہ میں ۔۔۔